مقالات

دلائل السنن والآثار

(۱۰)

از جناب مولوی نجم الدین صاحب اصلاحی

دلائل منکرین حدیث منکرین حدیث، احادیث کو وہی درجہ دیتے ہیں جو درجہ اسرائیلیات کا ہے۔ یعنی جس طرح اسرائیلیات سے مذہب اہل کتاب کی تاریخ معلوم ہوتی ہے اسی طرح احادیث سے بھی محض مذہب اسلام کی تاریخ معلوم ہوتی ہے نہ کہ راہ نجات۔ ان کے نزدیک راہ نجات بتانے کے لیے صرف قرآن کافی ہے حسبنا کتاب اللہ۔ ان کا طریق استدلال یہ ہے کہ:۔

(۱) قرآن مجید مفصل اور مکمل کتاب الٰہی اور دین ہے۔ کِتَابٌ اُحْکِمَتْ اٰیٰتُهٗ ثُمَّ فُصِّلَتْ تِبْیَانًا لِّکُلِّ شَیْءٍ۔ ثُمَّ اِنَّ عَلَیْنَا بَیَانَهٗ۔

(۲) خداوند تعالیٰ کی طرف سے پیغمبر خدا صلعم پر صرف فریضۂ تبلیغ عائد کیا گیا تھا۔ مَا عَلَی الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلَاغُ۔

(۳) صاحب امر و نہی ہونا صرف خدائے پاک کا حق ہے۔ اِنِ الْحُکْمُ اِلَّا لِلّٰهِ۔

پس نتیجہ یہ نکلا کہ اگر احادیث صحیح و معتبر بھی ہوں تو ہم اپنے دین کے معاملہ میں ان سے بے نیاز ہیں!

اس طریق استدلال کے اکثر اجزاء کی غلطی گذشتہ صفحات میں واضح ہو چکی ہے۔ حدیث

اور تاریخ کے فرق کو ہم نے مفصل بیان کر دیا ہے۔ اسی طرح سورۂ جمعہ کی آیات کی تشریح میں ہم یہ بھی بتا چکے ہیں کہ خود قرآن کی رو سے آنحضرت صلعم کا منصب نبوت کن شعبوں پر مشتمل تھا۔ وہ بحث اگر آپ کے پیش نظر ہے تو آپ سمجھ سکتے ہیں کہ وما علی الرسول الا البلاغ سے استدلال کر کے آنحضرت کو کفار کی طرح مسلمانوں کے لیے بھی محض مبلغ قرار دینا کس قدر غلط ہے۔ تیسرے شبہے کا جواب بھی دین اور شریعت کے فرق کے سلسلہ میں گذر چکا ہے۔ اب صرف پہلا شبہ باقی رہ جاتا ہے، سو اسی پر ہم یہاں کلام کرتے ہیں۔ بات کو زیادہ طول دینے سے بہتر یہ ہے کہ جن آیات کو منکرین حدیث اپنے دعوے کے ثبوت میں پیش کرتے ہیں۔ ان کا ترجمہ اور مفہوم بیان کر کے ہم بحث کو ختم کر دیں۔ جس کا دل چاہے مانے اور جس کا دل چاہے رد کر دے۔

حافظ وظیفۂ تو دعا گفتن است و بس
در بند آں مباش کہ نشنید یا شنید

(۱) کِتَابٌ اُحْکِمَتْ اٰیٰتُهٗ ثُمَّ فُصِّلَتْ مِنْ لَّدُنْ حَکِیْمٍ خَبِیْرٍ ۝ (سورۂ ہود)
یہ کتاب ہے کہ ثابت کی گئی ہیں آیتیں اسکی، پھر کھولی گئی ہیں حکمت والے خبردار کے پاس سے۔

یعنی یہ قرآن کریم وہ جلیل القدر کتاب ہے جسکی آیات لفظ اور معنی ہر ایک لحاظ سے کامل ہیں۔ الفاظ کی قبا معانی کی قامت پر ذرا نہ ڈھیلی ہے نہ تنگ۔ پھر الفاظ و معانی کی گہرائی کو اسی حکیم و خبیر نے جس کی تصنیف یہ کتاب ہے، تفصیل کے ساتھ کھول کھول کر سمجھا بھی دیا ہے اسی مفہوم کو قرآن کریم نے ایک دوسرے اسلوب کے ساتھ یوں تعبیر کیا ہے۔ ثُمَّ اِنَّ عَلَیْنَا بَیَانَهٗ۔ "پھر مقرر ہمارا ذمہ ہے اسکو کھول کر بتلانا"۔ یعنی جس طرح قرآن کو ایک کتاب کی صورت میں جمع کر دینا ہمارا کام ہے اسی طرح اس کے معانی اور مطالب کی تشریح کرنا بھی ہمارا ہی کام ہے۔ اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ قرآن کے مطالب اور معانی کی یہ تفصیل و تشریح، جس کو اللہ تعالیٰ خود اپنا کام قرار دے رہا ہے، کس کو بتائی گئی ہے؟ نبی کو یا عام انسانوں کو؟ ظاہر ہے کہ عام انسانوں کو تو نہیں بتائی گئی

کیونکہ قرآن کی شرح میں کوئی کتاب آسمان سے نہیں آئی۔ لہٰذا یہی ماننا پڑیگا کہ یہ تفصیلی وتشریحی علم پیغمبر کو دیا گیا ہے تاکہ وہ آگے دوسرے لوگوں تک پہنچاوے۔ یہ محض قیاسی بات نہیں ہے بلکہ قرآن خود بھی یہی کہتا ہے لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ۔ یعنی پیغمبر سے ارشاد ہورہا ہے کہ جو کتاب لوگوں کی ہدایت کے لیے نازل کی گئی ہے اس کو سمجھانا اور اسکے مطالب کی تشریح کرنا تمہارا کام ہے۔ اس سے بڑھ کر اور کوئی ثبوت اس امر کا نہیں ہوسکتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کے احکام اور اسکی تعلیمات کی جو تشریح اور عبادات و معاملات کی جو تفصیلی صورت اپنے قول اور عمل سے بیان فرمائی وہ اسی طرح من جانب اللہ تھی جس طرح خود قرآن من جانب اللہ ہے، اور دونوں کا تعلق ایک دوسرے کے ساتھ لازم وملزوم کا سا ہے۔ اسکی مثال ایسی ہے جیسے ایک طالب علم نے کسی کتاب کو خود مصنف سے پڑھا ہو، اور مصنف نے اپنے مقاصد کو آپ اپنی زبان سے اسکے ذہن نشین کردیا ہو۔ اسکے بعد وہ طالب علم استاد بنکر وہی کتاب دوسرے لوگوں کو پڑھائے تو یہ کہنا بالکل صحیح ہوگا کہ کتاب کی جو شرح وہ بیان کررہا ہے وہ عین مصنف کی شرح ہے خصوصاً جبکہ خود مصنف اس کی تصدیق بھی کردے، تو کسی دوسرے شخص کو یہ کہنے کا کیا حق رہ جاتا ہے کہ مصنف کی کتاب تو مستند ہے مگر اسکے شاگرد کی تشریح مستند نہیں ہے؟

(۲) وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ تِبْيَانًا لِكُلِّ شَيْءٍ (سورۂ نحل)   اور اتاری ہم نے تجھ پر کتاب کھلا بیان ہر چیز کا۔

یہ آیت اور اسکے مثل آیات قرآن میں اور بھی موجود ہیں۔ اور عجیب بات ہے کہ قرآن اور توراۃ دونوں کا ذکر بہت سے مقامات پر ساتھ ساتھ آیا ہے۔ سورہ انعام اور سورہ جن وغیرہ کو پڑھنا چاہیے سورۂ نحل کی آیت کا مفہوم متعین کرنے کے لیے سورۂ یوسف کی آیت مَا كَانَ حَدِيثًا يُفْتَرَىٰ وَلَٰكِن تَصْدِيقَ الَّذِي بَيْنَ يَدَيْهِ وَتَفْصِيلَ كُلِّ شَيْءٍ الخ اور سورۂ انعام کی

آیت ثُمَّ اٰتَیْنَا مُوْسَی الْکِتٰبَ تَمَامًا عَلَی الَّذِیْٓ اَحْسَنَ وَ تَفْصِیْلًا لِّکُلِّ شَیْءٍ الخ کو مدنظر رکھنا چاہیے۔ ایک طالب نظم جب سیاق وسباق آیات پر غور کرتا ہے تو لفظ کل شی وغیرہ کو جس طرح توریت کی صفت میں پاتا ہے اسی طرح ان الفاظ کو قرآن کے لیے بھی۔ پس ان آیات کا مفہوم صاف طور پر متعین ہو جاتا ہے کہ جو احکام اوپر قُلْ تَعَالَوْا اَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّکُمْ عَلَیْکُمْ سے پڑھ کر سنائے گئے تھے یہ ہمیشہ سے جاری تھے۔ تمام انبیاء اور شرائع کا ان پر اتفاق رہا۔ بعدہ حق تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر توراۃ اتاری جس میں احکام شرع کی مزید تفصیل درج تھی۔ توریت عطا فرما کر اس زمانہ کے نیک کام کرنے والوں پر خدا نے اپنی نعمت پوری کر دی۔ ہر ضروری چیز کو شرح وبسط سے بیان فرمادیا اور ہدایت ورحمت کے ابواب مفتوح کر دیئے تاکہ اسے سمجھ کر لوگ اپنے پروردگار سے ملنے کا کامل یقین حاصل کریں۔ بہر حال توریت کو تفصیل کل شی کہنے کا مفہوم صرف اسی قدر ہے کہ اس سے پہلے کی جو تعلیمات تھیں توراۃ میں اُن کی مزید تفصیل کر دی گئی ہے۔ اور اسی طرح قرآن حکیم جو ناسخ الادیان والشرائع ہے، اپنے سے پہلے کی تمام کتب سماویہ کی تعلیمات کا محافظ اور ساتھ ہی پہلے کی تمام افراتفری کا مصلح اور مکمل بنکر آیا۔ اس نے توحید ورسالت، معاش ومعاد اور عقائد واعمال کی تفصیلات ومہمات کو خوب کھول کر بتایا۔ توریت تو بہیئت مجموعی خاص قوم کے لیے تھی جو اس وقت اور اس قوم کے اعتبار سے جامع، کامل اور تمامًا علی الذی احسن کی مصداق تھی۔ لیکن قرآن عزیز جو اپنے درخشاں اور ظاہری وباطنی حسن وجمال سے تبیانا لکل شی، اور مہیمنا علیہ ہے، اسکا کھلا مفہوم یہ ہے کہ تمام علوم ہدایت اور اصول دین اور فلاح دارین سے متعلق ضروری امور کا نہایت مکمل اور واضح بیان اسکے اندر موجود ہے۔ چنانچہ سورۂ نحل کی آیت کے بعد ہی اِنَّ اللّٰهَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَ الْاِحْسَانِ الخ کو لاکر تبیانا لکل شی کے مفہوم کو بتادیا اور اسی بنا پر حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ کو کہنا پڑا کہ اللہ تعالیٰ نے تمام خیر وشر کو اسی

آیت میں بیان کر دیا ہے[۱]۔ حضرات علماء سلف نے تو یہانتک فرما دیا کہ اگر قرآن میں کوئی دوسری آیت نہ ہوتی تو صرف آیت اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُ الخ ہی اس کتاب کے تبیانا لکل شی ہونے کا ثبوت دینے کو بس تھی۔

اس میں کس کو شبہ و اعتراض ہوگا کہ قرآن مجید اپنی بہت سی اصولی باتوں کے بیان کرنے میں کسی خارج کا محتاج نہیں ہے، مگر بات یہیں ختم تو ہوتی نہیں بلکہ صدہا آیات احکام وغیرہ ایسی ہیں جو صاحب قرآن کے شرح و بیان کی محتاج تھیں۔ رہ گیا یہ شبہ کہ صاحب امر و نہی اللہ تعالیٰ ہے اس لیے حلال و حرام وغیرہ کا وہی حاکم ہے، کسی اور کو اسکا رتبہ دینا گویا اللہ و رسول کی دو متوازی شریعت و حکومت قائم کرنا ہے، سو اسکا جواب ہم ذیل کی سطروں میں دینا چاہتے ہیں۔

اصل یہ ہے کہ سنن و آثار، احادیث و اخبار نبوی کا ایک سلسلہ ایسا ہے جو بظاہر قرآن پاک سے مختلف یا تعلیمات قرآنیہ سے دور نظر آتا ہے۔ ایک جماعت نے ان احادیث کی توجیہ ناممکن سمجھ کر احادیث کی حفاظت کا دوسرا راستہ اختیار کیا اور بنا بر روایت مقدام ابن معدی کربؓ احادیث کو قرآن کریم کے مقابل ایک مستقل حیثیت دیدی حالانکہ قطعاً اس کی ضرورت نہ تھی۔ اسلئے لوگوں کو غلط فہمی ہوئی اور انہوں نے سرے سے سنن و آثار نبوی کی مذہبی و شرعی نوعیت ہی کو ماننے سے انکار کر دیا۔ روایت ابو داؤد "اوتیت القرآن ومثلہ معہ" کا صحیح مفہوم بحث درایت میں مفصل لکھا جا چکا ہے، وہاں دیکھ لیا جائے۔ اللہ و رسول کی دو الگ الگ شریعتیں قائم کرنا نہ تو سلف سے ثابت اور نہ خلف میں محققین علماء سنت کا مذہب رہا ہے۔ اور آنحضرت صلعم کو اللہ تعالیٰ کی طرح صاحب امر و نہی وغیرہ ماننا تصریحات قرآن اور سلف کے خلاف ہے۔ بلکہ واقعہ اور حقیقت یہ ہے کہ سنن، احکام مستنبطہ[۲] از قرآن مجید، اور احکام[۳] قرآنیہ بعبارت

[۱] ابن کثیر۔

پیغمبر خدا صلعم، یہ وہ چیزیں ہیں جنکی قطعیت میں شک کرنا، انصاف، علم اور پیغمبر کی عصمت کے منافی ہے آپ نے جو احکام بیان فرمائے، اور جن چیزوں کی حلت و حرمت کا فتوی دیا مجملاً انکی تصدیق خود قرآن نے یہ کہہ کر فرما دی کہ یحل لھم الطیبات ویحرم علیھم الخبائث - اگر کوئی شخص اس کو یہ معنی پہناتا ہے کہ پیغمبر نے اللہ کی حلال کی ہوئی چیزوں کو حرام اور اللہ کے حرام کو حلال کیا تو یہ اسکی نافہمی ہے یہاں دو شریعتیں نہیں بلکہ ایک ہی شریعت ہے - جب بدلائل یہ ثابت ہو چکا ہے کہ پیغمبر کا اجتہاد بھی دین کے معاملہ میں غلطی سے پاک ہوتا ہے تو جہاں پیغمبر اپنے قول یا عمل سے قرآن کے مقصود و مدعا کی تشریح کرے یا تصویر کھینچے یا ہم کو دین کا حکم بتائے تو اسے کیوں نہ من جانب اللہ سمجھا جائے؟ کیوں یہ گمان کیا جائے کہ پیغمبر نے یہ باتیں اپنے دل سے گھڑی تھیں؟ کیوں نہ پیغمبر کے اس قول کو ذات حق سے تعلق رکھنے کی بنا پر صحیح سمجھا جائے کہ وان ماحرم رسول اللہ کما حرم اللہ (او کما قال علیہ الصلوٰۃ والسلام)؟

اب سوال یہ ہے کہ ہمارے لیے موجودہ حالت میں کون سی راہ صحیح راہ ہے؟ قرآن حکیم کی تعلیمات پر اپنی فہم کے مطابق پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی عملی زندگی سے بے نیاز ہو کر عمل کرنا؟ یا رسول اللہ صلعم کی پیروی اور آپ کے عمل کو نمونہ اور اسوہ بنانا؟ بہتر یہ ہے کہ اس سوال کا جواب کتاب اللہ ہی میں تلاش کیا جائے کیونکہ یہ کتاب ہر فریق کے نزدیک مسلم ہے - کیا مندرجہ ذیل آیات عام مسلمانوں کے عقائد کی صحت کا قطعی ثبوت نہیں ہیں؟

(۱) لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِمَنْ كَانَ يَرْجُو اللَّهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَذَكَرَ اللَّهَ كَثِيرًا

تمہارے لیے رسول میں اچھا نمونہ ہے، تم میں سے ہر اس شخص کے لیے جو امید رکھتا ہے اللہ کی اور آخرت کے دن کی اور جو بہت یاد کرتا ہے اللہ کو۔

(۲) إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي (سورہ آل عمران)

اگر تم خدا سے محبت رکھتے ہو تو میرا اتباع کرو۔

(۳) اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ (فاتحہ) — چلا ہم کو راہ سیدھی، راہ ان لوگوں کی جن پر تو نے فضل کیا،

(۴) فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ (سورہ ن) — (اوپر یہ ذکر چلا آرہا ہے کہ جو شخص اللہ ورسول کا کہنا مان لیگا) تو ایسے اشخاص بھی ان حضرات کے ساتھ ہونگے جن پر اللہ نے انعام فرمایا ہے، یعنی انبیاء، اور صدیقین، اور شہداء اور صلحاء -

آخر کی دونوں آیتوں پر غور کرنے سے یہ بات صاف ہو جاتی ہے کہ صراط مستقیم وہی راستہ ہے جس پر انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین امت چلے ہیں - اور اسی صراط مستقیم کا دوسرا نام سنت رسول ہے - سنت کے معنی بھی راستہ ہی کے ہیں - اسی سلسلہ میں یہ آیت بھی ملاحظہ ہو -

وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا (سورہ ن) ۵ — اور جو شخص چلے مومنوں کی راہ کے خلاف تو ہم اسکو اسکے اختیار کیے ہوئے راستہ پر چلا کر بالآخر داخل جہنم کرینگے اور وہ بہت بری جگہ پہونچیگا -

اسی وجہ سے کتاب اللہ اور سنت رسول دونوں دین کے دو رکن مانے گئے - ایک علم خالص ہے اور دوسرا اسی علم کی عملی تفصیل ہے علماء اصول فقہ نے بالکل صحیح فرمایا ہے کہ "ان السنۃ المطہرۃ مستقلۃ بتشریع الاحکام الخ"

خدا نے اصل دین کی حفاظت کا وعدہ کیا تھا سو وہ وعدہ سچا ثابت ہوا - قرآن کی حفاظت کتابت، تلاوت، اور حفظ سے ہوئی، اور سنن و آثار نبوی کی حفاظت کے جہاں اور بہت سے اسباب اوپر ذکر ہو چکے ان میں سے سب سے زبردست حفاظت اس طرح ہوئی کہ آنحضرت صلعم نے احکام قرآنی پر عمل کیا، صحابہ نے اپنی آنکھوں سے دیکھا، دل سے یاد کیا، خود عمل کیا اور ساری دنیا میں اسکی تبلیغ فرمائی - یہیں سے یہ بات بھی مدنظر رکھنی چاہیے کہ سنت کی قطعیت قرآن مجید کی قطعیت

سے کسی طرح کم نہیں ہے - دیکھو، ہر آبادی میں قرآن مجید کے حافظوں کی تعداد محدود رہی ہے، مگر احکام شرعیہ پر عمل کرنے والے قریباً تمام مسلمان ہیں - نماز، روزہ، حج، زکوۃ کی مخصوص صورتوں میں کون شک کر سکتا ہے - کیونکہ ان پر دنیا کے تمام مسلمانوں کا باختلاف یسیر تعامل چلا آتا ہے باقی رہے جزئی اختلافات، سو ان کے بارے میں قول حق یہ ہے کہ انکے ترک یا عمل پر نجات موقوف نہیں ہے - مدار نجات وہی ہے جس پر بلا اختلاف تعامل چلا آتا ہے -

ان سب کے آخر میں ہم ایک قول فیصل جو الحمد للہ سنن و آثار نبوی کے حجت شرعی ہونے پر محکم ہے، سورۂ احقاف سے نقل کر کے اس بحث کے قرآنی پہلو کو ختم کرتے ہیں اور اہل علم پر فیصلہ چھوڑتے ہیں - وہ آیت کریمہ یہ ہے :-

ایتُوْنِیْ بِکِتَابٍ مِّنْ قَبْلِ هٰذَآ	لاؤ میرے پاس کوئی کتاب اس
اَوْ اَثَارَةٍ مِّنْ عِلْمٍ اِنْ كُنْتُمْ صَادِقِيْنَ	سے پہلے کی یا چلا آتا کوئی علم اگر ہو تم
(سورۂ احقاف)	سچے،

منکرین قیامت اور قرآن کے رد میں پہلے سے یہ بیان چلا آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان اور کل مخلوقات کو بنایا - کیا یہ کہا جا سکتا ہے کہ زمین یا آسمان کا کوئی حصہ کسی اور نے بھی بنایا ہے یا بنانے پر قادر ہے؟ ہرگز نہیں - تو پھر خدا کے ساتھ معبودان باطل کو کیوں پکارا جاتا ہے؟ لہٰذا اگر تم اپنے دعوائے شرک میں سچے ہو تو کسی آسمانی کتاب کی سند لاؤ یا کسی ایسی علمی بات سے ثابت کرو جو اہل علم کے نزدیک مسلم چلی آتی ہو -

آیت مذکورہ کا فقرہ اَوْ اَثَارَةٍ مِّنْ عِلْمٍ خاص طور پر قابل غور ہے - اللہ تبارک و تعالیٰ نے اس علم کو بھی حجت و دلیل قطعی مانا ہے جو اہل علم کے نزدیک ثابت اور مسلم مروی ہوتا چلا آیا ہو - لفظ اثر کی لغوی تحقیق کر جاؤ اور آیت "سِحْرٌ يُّؤْثَرُ" کے مادہ پر بھی نظر رکھو - دیکھو، کیا اَثَارَةٍ مِّنْ عِلْمٍ ہی سے علم کی روایت کرنا اور آثار کو احادیث کے مرادف ماننا قرآن

سے ثابت نہیں ہوتا ہے؟ اور کیا سنن و آثار نبوی کا علم ابتداء سے اہل علم کے نزدیک مسلم نہیں رہا ہے؟ اور کیا یہ سلسلہ حدثنا و اخبرنا کوئی علمی و شرعی بات نہیں ہے؟ ہوش میں آؤ اور عقل دور اندیش سے کام لو۔ جسطرح بہتوں نے ہزاروں حدیثیں محض قرآن کی طرف مائل کرنے کے لیے بنائیں اور من کذب علی متعمداً الخ کی وعید میں آگئے، کیا اسی طرح آج وہ لوگ جو قرآن سے بظاہر حسن ظن رکھتے ہیں، آنحضرت صلعم کی صحیح سنتوں اور آثار کے ترک کے جرم میں ماخوذ نہ ہونگے؟ انہوں نے تو غلط بات کو صحیح بنانا چاہا تھا۔ مگر قرآن کی طرف دعوت دینے والے تو آج صحیح بات اور سچی تعلیم کو یک لخت برباد کر رہے ہیں۔ اور طرفہ یہ ہے کہ دونوں کا موضوع ایک ہی ہے۔ فرق صرف تعبیرات کا ہے۔ انہوں نے آج سے صدہا برس پہلے دین و مذہب کو دوسرے روپ میں بدلنا چاہا تھا اور آج مطالعہ حدیث تنقید صحیح کی روشنی میں کرنے والے بھی دین و مذہب کی تبدیل کرنا ہی ایک بڑی علمی خدمت سمجھ رہے ہیں۔

ہم ہر اُس شخص کا، جس نے احادیث و آثار کو پرکھنے کی استعداد بہم پہنچائی ہو، اور جو علمی تحقیق کی قابلیت رکھتا ہو، یہ حق تسلیم کرنے کے لیے تیار ہیں کہ وہ احادیث کے ذخیرہ پر تحقیق و تنقید کی نظر ڈالے اور ایک ایک روایت اور ایک ایک اثر کو اصول مسلّمہ کے مطابق جانچ کر دیکھے کہ آیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اسکی نسبت صحیح ہے یا نہیں۔ ہمارا یہ مطالبہ ہرگز نہیں ہے کہ ہر وہ چیز جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کرکے بیان کی جائے اس پر آمنا و صدقنا کہدیا جائے۔ جانچ پڑتال کرنے کا حق جس طرح پچھلے زمانہ کے اہل علم کو تھا اسی طرح آج کے اہل علم کو بھی ہے۔ مگر شتر بے مہار بن کر سنن و آثار اور احادیث و اخبار نبوی کو یکسر ناقابل اعتبار بتانا علم اور تحقیق نہیں بلکہ جہالت اور ضد کے سوا کچھ نہیں ہے۔ غور کرو، آنحضرت صلعم کے زمانہ سے لیکر آج تک تمام محدثین اور ائمہ مجتہدین جو مذہبی و شرعی معاملات میں برابر

قرآن کریم کے بعد احادیث نبوی کو دلیل و حجت مانتے تھے کیا وہ سب معاذ اللہ جاہل، اندھے اور انسان پرست مشرک تھے؟ اور آج کے خانہ ساز مفسر، مجتہد و محدث ان کے مقابلہ میں راستباز، عالم اور پکے مسلمان ہیں؟ کَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ أَفْوَاهِهِمْ۔ اسلام اور محمد رسول اللہ صلعم کی امتیازی خصوصیت جو آج ساڑھے تیرہ سو برس سے قائم ہے گویا وہ محض افسانہ اور مصنوعی بات ہے۔ یہ مخصوص علمی تحقیقات اللہ تعالیٰ نے آجکل کے محققین و ماہرین اسرار کے لیے روز ازل سے اٹھا رکھی تھی جو ان فنا فی الکتاب حضرات پر اوپر سے نازل ہوئی ہے۔ حتیٰ کہ جو راز حضرات ابوبکرؓ و عمرؓ، عثمانؓ و حیدرؓ اور تابعین بالاحسان و ائمۂ مجتہدین ابن حزمؒ، ابن تیمیہؒ، ابن قیمؒ، بحر العلومؒ اور شاہ ولی اللہؒ پر نہ کھلے تھے وہ تنقید صحیح کی روشنی میں مطالعۂ حدیث کرنے والوں اور احادیث کو محض تاریخی حیثیت دینے والوں پر آشکارا ہوئے ہیں۔ یہ نادان احادیث نبوی کی مخالفت اور قرآن عظیم کی حمایت کے سلسلہ میں اتنا بھی نہیں سوچتے کہ اگر صحابہ اور تابعین اور ائمۂ مجتہدین اور تمام علماء اسلام اپنے دین کی بنیاد ایک غلط چیز پر رکھتے رہے ہیں تو کیا قرآن کی عملی تصویر دنیا میں کبھی قائم و جلوہ گر ہوئی ہی نہیں؟ اگر جواب اثبات میں ہے تو یہ چیز آخر کہاں ملیگی؟ اور اگر یہ ابتدا ہی سے مفقود تھی تو قرآن اور محمد رسول اللہ صلعم سے زیادہ ناکام مشن تو دنیا میں کسی کا نہ رہا۔ بھلا کسی مسلمان کی غیرت اور ایمانی حرارت یہ ماننے کو ایک لمحہ کے لیے بھی گوارا کر سکتی ہے کہ تیرہ سو برس سے تمام وہ لوگ جو اسلام کے ہیرو شمار ہوتے رہے ہیں، جھوٹے اور جھوٹ بنانے والے اور جھوٹ پر دین کی بنا رکھنے والے قرار پائیں؟

یہ چند سطریں زبان قلم پر بے ساختہ آگئیں جو لکھدی گئیں۔ ورنہ معلوم ہے کہ منکرین حدیث کو نہ تحقیق مطلوب ہے، اور نہ وہ حق کو حق ماننے کے لیے تیار ہیں۔ نہایت سطحی معلومات

ہیں جن پر وہ اپنے علم و اجتہاد کا سکہ مغرب سے مرعوب نوجوانوں اور بے علم لوگوں میں قائم کرنا چاہتے ہیں۔ بیشک انسانوں کے اصول اور تحقیقات میں غلطی کا امکان ہے۔ مگر ایسا امکان دنیا کے ہر علم و فن میں پایا جاتا ہے۔ پھر کونسا علم اور کونسا فن اس امکان کی وجہ سے ساقط الاعتبار قرار دیا گیا؟ آخر خصوصیت کے ساتھ علم حدیث ہی کو ان نوازشات کا ہدف کیوں ٹھیرایا گیا؟ کیا انصاف اور قدر دانی و احسان شناسی کا تقاضا یہی ہے کہ جن لوگوں نے اپنا خون پانی ایک کرکے بعد کی نسلوں کے لیے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت اور سنت کو محفوظ کیا، اُن کی خدمات پر یوں پانی پھیرا جائے؟ اور کیا قرآن کی یہ آیت اب خارج از تلاوت و منسوخ الحکم ہوگئی ہے کہ: رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِیْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِیْمَانِ؟

ہم نے یہ سلسلہ اس لیے شروع کیا تھا کہ اس راہ کی دیگر مشکلات کو خود سمجھیں نہ یہ کہ لوگ اس سے مستفید ہوں۔ یہ اور بات ہے کہ کوئی تحقیق کسی کو پسند آجائے۔ اس پر ہم خدا کا مزید شکر ادا کرینگے۔ اور اپنی طالب علمانہ کمزوریوں کے لیے رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا اِنْ نَّسِیْنَا اَوْ اَخْطَأْنَا اور رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ ھَدَیْتَنَا کہہ کر بارگاہ رب العزت میں مزید ہدایت اور شرح صدر کی التجا کرینگے۔ جہاں سے سب کو ملا ہے وہیں سے ہم کو بھی ملیگا۔ والسّلام علیٰ مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی ؀